

”فقہائے احناف اور فہم حدیث: اصولی مباحث“

تعارف و تبصرہ کی ایک نشست کی رووداد

۱۹ اماجع، بروز ہفتہ مولانا محمد عمار خان ناصر کی نئی تصنیف ”فقہائے احناف اور فہم حدیث: اصولی مباحث“ کے تعارف و تبصرہ کے حوالے سے ایک فکری نشست الشريعہ کامی کے ڈائیکٹر مولانا زاہد الراسدی کی زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں ڈاکٹر محمد اکرم درک (پنیل گورنمنٹ ڈگری کالج، کامونیکی)، ڈاکٹر شہزاد اقبال شام (پروفیسر (ر) انٹرنشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)، پیر جی سید مشتاق شاہ، مولانا ظفر فیاض (استاذ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ) ڈاکٹر میاں ریاض محمود اور دیگر اہل علم نے شرکت کی اور کتاب کے بارے میں اخبار خیال کیا۔ ڈاکٹر شہزاد اقبال شام صاحب کو کتاب بروقت موصول نہ ہو سکی، تاہم انہوں نے موضوع کی ضرورت اور عصر حاضر میں موضوع کے بعض پہلوؤں پر، پرمغز گفتگو کی۔ کتاب اور صاحب کتاب کے حوالے سے مقررین نے جو کچھ کہا، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ڈاکٹر محمد اکرم درک نے اپنی گفتگو میں کہا کہ:

مولانا عمار خان ناصر نے اپنی کتاب میں احناف کے وہ فکری معیارات واضح کیے ہیں جن پر وہ حدیث کو پرکھتے ہیں۔ یہ بڑا قابل قدر کام ہے اور وقت کی اہم ضرورت ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ اس کے ساتھ احناف کے ان فکری معیارات کا شجر و نسب بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو اس کی افادیت میں اضافہ ہو جائے۔ فکری شجر و نسب سے میری مراد یہ ہے کہ کس طرح امام ابوحنیفہؓ کی فکر اپنے اساتذہ کے واسطے سے اکابر صحابہ کرامؓ جیسے حضرت علیؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے مربوط ہوتی ہے۔ کتاب کو پڑھتے ہوئے بہت واضح تاثر ملتا ہے کہ احناف کے بارے میں دور اول میں بہت سی غلط فہمیاں ان مآخذ سے ناوافیت کی ہیں اپر تھیں جو کہاب ہمارے پاس موجود ہیں، لیکن بے اعتنائی کی وجہ سے وہی ساری غلط فہمیاں آج بھی کسی شکل میں موجود ہیں۔ مثلاً غلام احمد پرویز نے اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہؓ کو بھی منکریں حدیث کے گروہ کا ایک فرد شمار کیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے یہ بات بڑی واضح ہوئی ہے کہ ان مآخذ کو جس طرح عمار صاحب نے پیش نظر رکھا ہے، اگر ہم بھی پیش نظر رکھیں تو بہت سی غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں۔

ایک اور بات میں یہ کہنا چاہوں گا کہ عمار صاحب نے جہاں احناف کے نقطہ نظر کی بہت خوبصورت وضاحت کی ہے، وہیں اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حدیث کے بارے میں ان کا اپنا بھی وہی موقف ہے جو احناف کا موقف ہے،

کیونکہ کسی چیز کو بطور دلیل پیش کرنا بھی اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس چیز کے بارے میں آپ کا موقف بھی قریب قریب وہی ہے۔ عمار صاحب کے بارے میں ایک بات کا اظہار میں اکثر علمی مخالف میں کرتا ہوں کہ وہ ایک ایسی علمی شخصیت ہیں جو دلیل کے ساتھ کسی بات کو نجول کرتے ہیں اور دلیل کے ساتھ ہی کسی بات کو رد کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حق اہل علم کو دیا جانا چاہیے۔ یہ بات قریب کے لوگ تو بہت اچھی طرح جانتے ہیں، دور کے لوگوں کے لیے بھی اس کتاب کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی ہے۔

اس کتاب میں احناف کے نقطہ نظر کی تفہیم و دضاحت کا جواہ سلوب اپنایا گیا ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ ہماری تاریخ میں جو مختلف گروہ گزرے ہیں، جیسے معتزلہ، خوارج وغیرہ اور آج کے دور میں جو گروہ سامنے آئے ہیں، حدیث کے حوالے سے ان کی رائے کو بھی اسی انداز میں صحیح تاظر میں سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ ورنہ آپ اگر لوگوں کو ایک دو یا چند احادیث کے انکار کے نتیجہ میں منکرین حدیث کے نمرے میں شمار کرنا شروع کر دیں گے تو میر اخیال ہے کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی جیسا شخص بھی، جنہوں نے حدیث کی جیت پر ایک زبردست مناظرہ کیا ہے، شاید منکرین حدیث کی فہرست میں شامل ہو گا۔ اسی طرح مولانا غلام رسول سعیدی جن کا ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی انتقال ہوا ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو والی جتنی حدیثیں ہیں، ان کی صحت کے قائل نہیں تھے، حالانکہ یہ احادیث بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ محض کسی حدیث کا انکار کرنا اور بات ہے اور پورے علم حدیث اور فوائد حدیث کا انکار کرنا جو کہ ایک مخصوص مکتبہ فکر کا موقف ہے، بالکل مختلف چیز ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی شکل میں ہمارے سامنے ایک زاویہ نگاہ آیا ہے کہ کسی غلط فہمی میں بتلا ہونے کے بجائے موجود ما آخذ کی روشنی میں علمی بنیادوں پر ایسے لوگوں کا نقطہ نظر سمجھنا چاہیے جیسے احناف کا نقطہ نظر اس کتاب میں سمجھا گیا ہے۔

پیر حجی سید مشتاق علی شاہ صاحب کی گنتگو کے ہم نکات یہ تھے:

مولانا عمار صاحب جب طالب علم تھے، اسی وقت ہم ان کی صلاحیتوں سے باخبر ہو گئے تھے کہ مولانا سرفراز خان صدرگی اولاد میں یہ شخص ان کے کام کو آگے بڑھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مولانا سرفراز خان صدرگو محمدث عظم یا اسماء الرجال کامام خوش فہمی یا عقیدت کی وجہ سے نہیں کہا گیا، بلکہ انہوں نے اپنا لوہا خود منوایا۔ جوان کی کتابت میں پڑھے گا، وہ یہ کہے گا کہ ان کو فوائد حدیث یا اسماء الرجال میں جو مقام دیا گیا، وہ ایسے ہی نہیں دیا گیا بلکہ ان کے اندر یہ وصف پایا جاتا تھا۔ حضرت صوفی عبد الحمید سوائی صاحبؒ سے ایک مرتبہ عمار کے بارے میں بات ہوئی تو فرمانے لگے کہ شیخ الحدیث صاحب نے اس کو حدیث محدثین کی طرز پر پڑھائی ہے اور ہم نے اس کو حدیث شاہ ولی اللہؑ کی طرز پر پڑھائی ہے۔ یعنی عمار دونوں کا جامع ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ بڑا ہو کر اپنے دادا کا ترجمان بنے اور خاندان کا اس سے نام روشن ہو۔ صوفی صاحب نے فرمایا کہ مفتی عبد الواحدؒ (سابق خطیب جامع مسجد شیر انوالہ باغ، گوجرانوالہ) نے جب مولانا سرفراز خان صدرگی سے ان کے میٹے کو مانگا تو انہوں نے مولانا زاہد الرashدی کو ان کے حوالے کر دیا اور یہ سیاست کی لائیں پر چڑھ گئے، لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ عمار حدیث پر کام کرے اور دادا کا وارث بنے۔ جنہوں نے مولانا سرفراز خان صدرگو دیکھا اور پڑھا ہے، وہ مولانا زاہد الرashدی اور عمار صاحب کو بھی اسی آئینے میں دیکھنا چاہتے تھے۔ کچھ

عرصہ تک تو یہ آئینہ دھندا رہا، اس کتاب نے یہ دھندا ہٹ صاف کر دی ہے اور اس کو پڑھنے کے بعد ہر آدمی یہی کہے گا کہ ”مقام ابی حنفیہ“ کے بعد اگر ایسی کوئی کتاب اردو میں آئی ہے تو وہ عمار صاحب کی یہ کتاب ہے۔ امام صاحبؒ کے بارے میں مختلفین کی طرف سے درطرح کے اعتراض سامنے آئے ہیں۔ ایک ان کے مسائل کے بارے میں اور دوسرا ان کی شخصیت کے بارے میں۔ اگر آدمی ان دونوں چیزوں کو بھلے تو امام صاحب پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ امام صاحبؒ کی شخصیت سے جو اچھی طرح واقف ہو گا، وہ سمجھ جائے گا کہ امام صاحبؒ کے اصول کیا ہیں، ضوابط کیا ہیں، ان کا استدلال کا طریقہ کیا ہے۔ اور جو ان کے مسائل سے واقف ہو گا، وہ سمجھ جائے گا کہ امام صاحبؒ نے کوئی کمی چھوڑی، یہی نہیں اور وہ اس بات کی تہہ تک پہنچ جائے گا کہ امام صاحبؒ کی کوئی بات حدیث کے خلاف نہیں۔

ہم یہ بات پڑھا کرتے تھے کہ امام صاحب نے اجتہاد کے لیے چالیس آدمیوں کی کمیٹی بنائی تھی۔ اس کمیٹی میں جو بحثیں ہوتی رہیں اور جو نتائج مرتب ہوتے رہے، ان کے بارے میں ہمارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ سب چیزیں کہاں ہیں؟ ان کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ ظاہر الروایہ اور احتجاف کی دیگر بڑی کتب اردو میں بہت کم ملتی ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کی کتاب الآنارتک کا بھی تک اردو میں ترجمہ نہیں ہوا۔ امام محمدؒ پانچ کتابوں کا ترجمہ آیا ہے جو ہم نے دیکھی ہیں، باقی کا پتہ نہیں۔ تو ہم سوچتے تھے کہ فقہاء احتجاف کی جو ظاہر الروایہ کتابیں ہیں اور چالیس آدمیوں کی کمیٹی نے جو کام کیا ہے، وہ کہاں ہے؟ عمار صاحب کی کتاب کی خصوصیت ہے کہ اس میں براہ راست امام محمدؒ کی کتابوں سے استدلال کیا گیا ہے، امام ابو یوسفؒ کی کتابوں کو مأخذ بنا یا گیا ہے، سرخی کی ”المبسوط“ کو مأخذ بنا یا گیا ہے جو امام حاکم شہیدؒ کی کتاب ”الكافی“ کی شرح ہے جو کہ ظاہر الروایہ کی چھ کتابوں کا مجموعہ ہے۔ عمار صاحب نے اس طرح توجہ دلائی ہے کہ احتجاف کا موقف سمجھنے اور ان کے طریقہ استدلال کو چاہنے اور جاننے کے لیے ان اصل کتابوں کو مأخذ بنا ٹانپا ہے۔

”مقام ابی حنفیہ“ میں مولانا سفراز خان صدرؒ نے ایک باب قائم کیا جس کا عنوان ہے: ”مخالفت حدیث کی نقش بحث“۔ جو آدمی وہ پڑھ لے گا، اس پر واضح ہو جائے گا کہ امام صاحبؒ حدیث کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ عمار صاحب نے ابن ابی شیبہؓ کے ایک سوچیں اعتراضات پر جو کام کیا ہے، اس میں ان کو انفرادیت حاصل ہے کہ ان سے پہلے اردو میں اس پر جامع کام نہیں ہوا تھا۔ حضرت تھانویؓ کے زمانے میں صرف دس مسئللوں پر کام ہوا تھا جو ”الاجبة للطیفہ عن بعض ردود ابن ابی شیبہؓ علی ابی حنفیہ“ کے نام سے شائع ہوا۔ اسی طرح مولانا عطاء المصطفیٰ جیل کے دادا نے ”تائید الامام“ کے نام سے ابن ابی شیبہؓ کے پوچھا اعتراضات کا جائزہ لیا۔ پورے ایک سوچیں مسئللوں پر اردو میں صرف عمار صاحب نے کام کیا ہے۔ تو مسائل کے حوالے سے انہوں نے اعتراضات کا جواب دے دیا کہ امام ابوحنفیہ کے ہاں مخالفت حدیث نہیں ہے۔ عمار صاحب کی موجودہ کتاب تو صرف اصولی مباحث پر مشتمل ہے جو اصل کتاب کا دیباچہ ہے۔ اصل کتاب بھی آرہی ہے۔ جو شخص بھی اس کتاب کو خالی ذہن ہو کر پڑھے گا، وہ نہیں کہہ سکتا کہ امام ابوحنفیہ حدیث کی مخالفت کرتے تھے۔

باقی رہے امام صاحب پر شخصی اعتراضات تو اس پر علام خلیل بغدادی کی کتاب ”تاریخ بغداد“ کے متعلقہ حصہ کو اردو میں سب سے پہلے مولانا محمد بن ابراہیم میمن جو ناگزیری نے چھاپا۔ اس کے چھپنے کے بعد مولانا حبیب الرحمن شیر وانی نے جو برصغیر کے مشہور آدمی ہیں، ”امام ابوحنفیہ اور ان کے نادیں“ کے نام سے اس کا جواب لکھا، مگر وہ ناکمل

خا۔ میں نے عمار صاحب کے چچا مولا ن عبدالقدوس خان صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کروائی تو جو انہوں نے علامہ زاہد الکوثری کی کتاب ”تائب الخطیب“ کا اردو ترجمہ ”عادلانہ دفاع“ کے نام سے کر دیا۔ یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ نے مولا ناصر فراز خان صدرؒ کے خاندان سے کرائے۔

یونیورسٹی آف گجرات، سیالکوٹ کیمپس میں شعبہ علوم اسلامیہ کے صدر ڈاکٹر شہزاد اقبال شام نے اپنی گفتگو میں کہا کہ:
میں مولانا عمار خان ناصر کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ وہ اس چھوٹی سی عمر میں علمی حاظت سے اتنا آگے جا چکے ہیں کہ جس پر رشک کی وجہ میں حد بھی کروں تو کوئی حرج نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم میں برکت عطا فرمائیں اور امت مسلمہ کے لئے نافع بنائے۔ آمین۔

امام ابوحنیفہؓ کے متعلق یہ مشہور ہو گیا کہ وہ حدیث کے رد و قول میں اس قدر متشدد تھے کہ چند مخصوص احادیث کے علاوہ وہ کسی حدیث سے استنباط و استغفار ہی نہیں کرتے تھے۔ میری معلومات کے مطابق یہ قول ابن خلدون کی طرف منسوب ہے۔ یہ قول ایسا چلا کہ اس پر عمارت تعمیر ہونی شروع ہو گئیں، حالانکہ امام ابوحنیفہؓ سے مردیات کی کتاب میں ایک سے زیادہ موجود ہیں۔ میری معلومات کے مطابق بر صغیر میں جو پہلی کتاب شائع ہوئی، وہ ”کتاب الآثار“ کے نام سے ہے۔ یہ حیدر آباد کن سے تقریباً بیسویں صدی کے پہلے ربیع میں کہیں چھپی تھی۔ اس میں امام ابو یوسفؓ کی وہ روایات ہیں جو انہوں نے امام ابوحنیفہؓ سے کی ہیں۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ عمار صاحب کی کتاب ایک طبقے کے لیے تو بہت اہمیت رکھتی ہے۔ عمار صاحب کا تعلق ایک علمی خانوادہ سے ہے اور حدیث کے مطابق اولاد صالح اور صدقہ جاریہ کسی بھی خانوادے کا سرمایہ ہوتا ہے۔ یہ دونوں چیزوں اس کتاب میں جمع ہو گئی ہیں۔ یہ کتاب پورے خانوادے کے لیے صدقہ جاریہ بھی ہے اور اولاد صالح کی ایک ذمۃ ہوئی مثال بھی ہے۔ لیکن میری ان سے گزارش ہے کہ ماہنی کے ساتھ جڑے رہنا ایک بہت مثالی اور آئینہ میں کام ہے، لیکن وہ عہد حاضر کے مسائل کی طرف سبنتا زیادہ توجہ کریں تو بہت اچھا ہو۔ کیونکہ میری رائے میں جو لوگ فتنہ اور فتنہ کے بارے میں ہر وقت مناظرانہ تکلم کے قائل ہیں، ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ ایک ذوقی چیز ہے، اس معاملے میں کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن کاموپولیٹن فتنہ یا فتنہ عویی جس تسلسل کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے، یہ سب چیزوں اب قصہ پارینہ ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ اس لیے اس کی طرف توجہ زیادہ ہونی چاہیے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحبؒ نے اپنی کتاب میں کاموپولیٹن فتنہ کی بات کی ہے۔ ان کے مطابق اب متین فتنہ کی پابندی کا دور قصہ پارینہ ہوتا نظر آ رہا ہے۔ جس تسلسل اور ترتیج کے ساتھ اسلامی قانون اس طرف جاری ہے، اس میں اب کسی ایک فتنہ کے ساتھ امت مسلمہ کے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی حل ہوں گے۔

میں عمار صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کی مسائی میں برکت عطا فرمائیں اور مولا نا زاہد المرشدی کو سخت کے ساتھ عمود را زدے کیونکہ جو کام وہ کر رہے ہیں، مجھے ان میں ڈاکٹر محمود غازیؒ کی جھلک نظر آتی ہے۔

الشرعیہ اکادمی کے ڈاکٹر مولا نا زاہد المرشدی نے کہا کہ:

اس کتاب کے بارے میں، میں نے دیباچہ میں کچھ بتیں لکھ دی ہیں۔ اس وقت میں سوسائٹی میں علم و فکر اور دانش

کے مستقبل کے حوالے سے چند باتیں عرض کروں گا۔ یہ صدی مسلمہ طور پر مذہب کی طرف واپسی کی صدی کھلاتی ہے۔ پچھلی دو صدیاں مذہب سے انحراف کی صدیاں تھیں، اب دنیا آہستہ آہستہ مذہب کی طرف واپس آ رہی ہے۔ ان حالات میں، میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے اہل علم بالخصوص نوجوان فضلاءِ حنفی کا کتاب سے، علم سے اور ماضی سے گہرا تعلق ہے، وہ مذہب کی طرف واپسی کے صحیح راستوں کی نشاندہی کریں۔ اس موڑ پر اگرامت کسی غلط راستے کی طرف مڑگی تو اس کی ذمہ داری ہم پر بھی ہوگی اور بالخصوص یہ نوجوان فضلاء اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ میں تمام فقہوں کا احترام کرتا ہوں، سب سے استفادے کا قائل ہوں، اگر کسی دوسری فقہ سے استفادے کی ضرورت ہو تو میں اس کا مذکر نہیں ہوں، لیکن میرا وجہان شرح صدر کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ آنے والے دور میں فقہ حنفی میں یہ صلاحیت زیادہ ہے کہ وہ قیادت کرے۔ باقی فقہوں بھی ساتھ ہوں، لیکن فقہ حنفی کے اسلوب اور بنیادی اساس میں زیادہ صلاحیت ہے کہ وہ مستقبل کی فقہی علمی اور فکری ضروریات کو پورا کر سکے اور مسائل کو حل کر سکے، اس لیے اس پر کام کی زیادہ ضرورت ہے۔

مغرب میں فکری اعتبار سے جن شخصیات پر سب سے زیادہ کام ہو رہا ہے، ان میں ایک شاہ ولی اللہ ہیں۔ اس کی وجہان کی فکریں حدیث، فقہ، فقہ اور سلوک کا بہترین امتزاج ہے۔ اسی وجہ سے شاہ صاحب مغرب میں توجہات کا ایک بڑا موضوع ہیں۔ ان کے ساتھ اب دوسری خصیت امام ابو منصور ماتریدیؒ کی شامل ہو رہی ہے۔ پچھلے دونوں امریکہ کی ایک یونیورسٹی سے ایک پروفیسر صاحب آئے تھے جو امام ابو منصور ماتریدیؒ کی فکر تحقیق کر رہے ہیں۔ ان کے کچھ سوالات تھے جن کے بارے میں ایک طویل نشست میں ان سے گفتگو ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ مغرب میں فکر و فلسفہ کے حلقوں میں اس پر غور ہو رہا ہے کہ اخلاقیات کی ٹھوس بنیادیں مذہب کے علاوہ کسی اور جگہ سے نہیں مل سکتیں اور اس سلسلے میں عقل اور وحی کے مابین توازن کے حوالے سے ابو منصور ماتریدیؒ کے افکار کی طرف ہماری توجہ بڑھ رہی ہے۔ اس لیے میرے خیال میں ایسی شخصیات اور ان کی فکر پر اس حوالے سے کام کرنے کی زیادہ ضرورت ہے کہ عقل و وحی کے درمیان توازن کیسے قائم ہو، مسائل کے حوالے سے بھی اور اصول کے حوالے سے بھی۔ میں اس کتاب کو بھی اسی کوشش کا حصہ سمجھتا ہوں اور یہ اس ضمن کی ایک اچھی کوشش ہے۔

الشرعیہ اکادمی کو بننے تقریباً تیس سال ہو گئے ہیں۔ میرے ذہن میں اس کے قیام سے بھی پہلے سے ایسے کام کا خاکہ تھا کہ اس رخ پر کام ہونا چاہیے۔ آج کی ضروریات کا احساس ہونا چاہیے، مستقبل کے امکانات کا جائزہ لینا چاہیے اور ماضی کو سامنے رکھ کر اس کی بنیاد پر آج کی ضروریات اور مستقبل کے امکانات پر کام ہونا چاہیے۔ میں اس کتاب کو بھی اسی کوشش کا ایک حصہ سمجھتا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت نظر بد سے بچائیں اور خلوص اور ذوق میں اضافہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے والدگرامی اور پچاھوں محترم کے درجات بلند فرمائیں۔ یہ انھی کا فیض ہے، وگرنہ سچی بات ہے کہ ہم تو کچھ بھی نہیں، صرف پاپ لائیں ہیں۔ لیکن یہ دعا ہے کہ ہم پاپ لائیں کے طور پر اپنے بزرگوں کے فیض کو آگے پہنچائیں اور دین کی، ملک کی اور ملت کی کوئی ثابت خدمت کر سکیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

تقریب کے آخر میں کتاب کے مصنف، مولانا محمد عمار خان ناصر نے اپنی مختصر گفتگو میں دو تین باتیں کہیں:

ایک تو یہ کہ اس کتاب کی صورت میں حنفی فکر پر کام کرنے کی ایک جہت کو سامنے لایا گیا ہے۔ یہ اس کی ابتدائی

اور چھوٹی سی کوشش ہے۔ اس کے اوپر بھی بہت سے پہلو ہیں جن پر کام کی ضرورت ہے۔ اسی طرح جن پہلوؤں پر بات ہوئی ہے، ان پر مزید وسعت کے ساتھ تحقیق کی ضرورت ہے۔ ان شاء اللہ مجھے بھی توفیق ہوئی تو مزید کچھ پہلوؤں پر کام کروں گا اور امید ہے کہ دوسرے اہل علم بھی متوجہ ہوں گے، کیونکہ اس پر کام کے لیے بہت گنجائش ہے۔

دوسری یہ کہ یہاں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا ذکر ہوا۔ میرے لیے جو چیز محرک ہے، جس کی وجہ سے میں اب تک اور آئندہ بھی اس میں دلچسپی محسوس کرتا رہوں گا، وہ ایک تو یہ ہے کہ ہماری علمی روایت کا یک حصہ جس سے ہم خود وابستہ ہیں، جس سے ہم نے دین سیکھا ہے، اس کا علمی تعارف ابھی بہت سے پہلوؤں سے تو پڑھ کا مقاضی ہے۔ ہمارے اس تعلق کا تقاضا ہے کہ ہم ان پہلوؤں کو واضح کریں اور خاص طور پر اس ضمن میں درآنے والے منفی صورات و تاثرات کا ازالہ کریں۔ ڈاکٹر اکرم درک صاحب نے بڑا چھاپلونمایاں کیا کہ ہمارے ہاں بعض گروہوں کی طرف سے امام ابوحنینؒ کو انکار حدیث کی روایت کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ تاثر نہ صرف پرویز صاحب جیسے مفکرین کے ہاں ہے بلکہ آپ کو حیرت ہو گئے کہ علامہ اقبال نے بھی اپنے خطبہ اجتہاد میں امام صاحبؒ کی فکر کا تعارف اسی تناظر میں کروایا ہے کہ چونکہ ذخیرہ احادیث غیر متند ہے، اسی لیے امام ابوحنینؒ بھی احادیث کو اپنے اجتہاد میں اہمیت نہیں دیا کرتے تھے۔ ایک تو اس تاثر کا ازالہ اور منفی فقہ کے صحیح موقف کی وضاحت ضروری ہے۔

دو چیزیں اور یہیں جو موجودہ تناظر میں اس کام کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔ ایک تو وہی جس کی ابھی بات ہوئی یعنی فقہ عولیٰ اور بدلتے ہوئے زمانے میں اجتہادی روایت کا احیاء۔ اس حوالے سے حنفی منیج فکر کیا ہے؟ اس کو اصولی زاویے واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں ایک تاثر سا بن گیا ہے کہ فقہی کچھ خاص امتیازی مسائل کا نام ہے اور اس تاثر میں ہم بعض اسباب کے تحت بہت زیادہ گرفتار ہو گئے ہیں۔ تو یہ واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ مسائل اصل میں منتقل ہیں ایک خاص اجتہادی طرز فکر کے۔ اصل چیز سوچنے کا وہ انداز اور اجتہاد کے وہ اصول ہیں اور کسی بھی مسئلے کو شریعت کے پورے نظام کے اندر رکھ کر سمجھنے کا طریقہ ہے جو حنفی فقہہ نے اختیار کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر احناف کی علمی روایت جزوی بخشوں سے اوپر اٹھ کر اس اصولی جگہ سے خود کو نئے سرے سے دریافت کر لے تو فقہ عولیٰ یا کاسموپلیشن فقہ کی تخلیل میں اس کا کردار زیادہ مفید اور بامعنی بن سکتا ہے۔

تیسرا چیز جو میرے نزدیک بہت اہم ہے، وہ یہ ہے کہ اس وقت ہمیں مذہبی حلقوں میں، ان کی سوچ اور فکر میں تشدید اور انہا پسندی کا جو ایک عصر بڑھتا ہوا نظر آتا ہے، اس کا ازالہ بھی اسی میں ہے کہ ہم دین کو، شریعت کو اور شریعت کے احکام کو سمجھنے کا جو صحیح اور جامع زادی نہ کاہے، اس کو واضح کریں۔ ہمیں احناف کے منیج میں یہ دیکھنا چاہیے کہ امام صاحبؒ اور دیگر ائمہ احناف کیسے کسی آیت کو یا کسی حدیث کو شریعت کے پورے نظام کے اندر رکھ کر اور باقی سارے نصوص کے ساتھ مربوط کر کے سمجھتے تھے۔ یہ چیز اس فکری انہا پسندی کا تیریان ثابت ہو گئی جس میں ایک آیت یا حدیث کو لے کر اس کی بنیاد پر پوری عمارت تعمیر کر لی جاتی ہے اور بہت سے بڑے بڑے قدم بھی اٹھا لیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میں نے جو چھوٹی سی کاوش کی ہے، وہ مفید ثابت ہو اور اس بھی پر کام کو مزید آگے بڑھایا جائے اور ہمارا یہ کام دین اور اہل دین کے لیے فائدہ مند ثابت ہو۔